الفکر العلمی

جدید مسائل
اور مدرسین کی ذمہ داری

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

استاد جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی

پیش کردہ برائے دوسری بنوں فقہی کانفرنس

نوٹ: مولانا ایک محقق عالم ہیں۔ باوجود معذور ہونے کے فقہی کانفرنس میں خود شریک ہوئے۔علماء اور مدرسین کے افادہ کیلئے مقالہ شائع کیا جارہا ہے۔(ادارہ)

فہرست ذیلی عنوانات مقالہ

(1) فقہی مجالس کے انعقاد کی اہمیت وضرورت
(2) قدیم اصول سے جدید مسائل میں اخذ واستنباط کا طریقہ کار
(3) جدید مسائل کی طرف توجہ کی ضرورت
(4) کتابوں کے گلشن میں بکھرے ہوئے پھول ایک ہار کی صورت میں
(5) ہدایہ اخیرین پر زیادہ توجہ کی ضرورت
(6) صاحب ہدایہ کا انداز بیان
(7) عقود میں اعتبار مقاصد ومعانی کو ہے نہ الفاظ ومبانی کو
(8) چند نظائر وامثال
(9) اساتذہ کیلئے ایک ضروری ہدایت

فقہی کانفرنس کا انعقاد اور چیدہ و برگزیدہ علماء وفقہاء کا یہ عظیم الشان اجتماع مکرم ومحترم سید نصیب علی شاہ، قاری عبداللہ صاحب اور المرکز الاسلامی کے دوسرے ذمہ دار حضرات کا ایسا روشن اور بے نظیر کارنامہ ہے جس کی مثال کم از کم پاکستان میں نہیں ملتی ۔میرا ناقص خیال یہ تھا کہ گزشتہ کانفرنس کے کمر توڑ اخراجات اور تھکا دینے والی جدوجہد نے منتظمین کے حوصلوں، ولولوں اور جذبات کو ٹھنڈا کر دیا ہوگا اور اب شاید وہ کبھی بھی یہ بھاری بھرکم پتھر اٹھانے کا ارادہ نہیں کریں گے لیکن بلا کسی تصنع کے عرض کر رہا ہوں کہ میں ان عزائم اور بار مکرر اس کانفرنس کا انعقاد دیکھ کر مسلسل اپنے آپ کو ملامت کر رہا ہوں کہ تم ایسے بلند ہمت لوگوں میں زندہ ہونے کے باوجود جدوجہد وعمل سے کیوں خالی ہو، خربوزہ، خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے اور انسان، انسان کو دیکھ کر آمادہ عمل ہوتا ہے اسلئے تو کہا گیا ہے

انسان نہیں سنتا انسان کی باتوں کو

پیغمبر عمل بن کر غیب کی صدا ہو جا

مگر افسوس ہے اپنے اوپر کہ نہ ہم رنگ پکڑ سکے اور نہ ہی آمادہ عمل ہو سکے۔

محترم علماء کرام اور حاضرین مجلس!

یہ ناچیز نہ فقیہ ہے نہ مفتی نہ ایسا دقیق النظر مدرس اور عالم جو دور حاضر کے مسائل پر اپنے خیالات کو مقالہ کی صورت میں اس قسم کے علمی، فکری، تحقیقی اور بلند پایہ فقہی اجتماع میں پیش کرے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے بولنے کیلئے زبان اور لکھنے کیلئے قلم عطا کر رکھا ہے جن کی مدد سے بعض اوقات اپنے اکابر اور اساتذہ کرام کے افادات نقل کرتا رہتا ہوں شاید اسی بناء پر محض حسن ظن کی وجہ سے کانفرنس کے منتظمین کی نگاہ انتخاب بہت سے جواہر کے ساتھ ریگ صحراء کے ایک بے قیمت ذرے پر بھی پڑ گئی جو تیز روشنی میں تو بڑی چمک دمک دکھاتا ہے مگر قریب سے دیکھنے پر دیکھنے والوں کو اپنے فریب نظر پر خود ہی ہنسی آجاتی ہے۔

فقہی مجالس کے انعقاد کی ضرورت واہمیت:۔

گرامی قدر حاضرین!

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ اس کانفرنس کا اصل مقصد جدید مسائل کا فقہی حل تلاش کرنا ہے ان میں سے چند ایک مسائل پر آپ گرانقدر مقالات سماعت فرمائیں گے لیکن اس کے باوجود کتنے ہی ایسے مسائل ہوں گے جو زیر بحث آنے سے رہ جائیں گے یوں بھی ان مقالات کے سننے سے طلبہ اور سامعین کی معلومات میں اضافہ ضرور ہوگا مگر صرف ایک کانفرنس میں شرکت سے ان کے اندر ایسی صلاحیت پیدا نہیں ہوسکتی کہ وہ خود مسائل جدیدہ کا حل تلاش کرنے لگیں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ ایسا طریقہ کیوں نہ اختیار کیا جاتا کہ ہر شہر اور ہر مدرسہ میں ان مسائل پر بحث ہو، تاکہ طالب علم کے ذہن میں وسعت پیدا ہو اور وہ ان مسائل پر علی وجہ البصیرت گفتگو کرنے کے قابل ہو جائیں آخر کیا وجہ ہے کہ صبح سے شام تک دس بارہ سال مدرسہ کی آغوش میں بسر کرنے والا طالب علم سوائے چند مستثنیات کے اعضاء کی پیوند کاری، انسانی کلوننگ، کرنسی نوٹ، بینکاری کی بیع، لیٹر آف کریڈٹ، تجارتی لائسنس کی خرید وفروخت، ہاؤس بلڈنگ کے قرضوں جیسے مسائل کے بارے

میں کسی علمی مجمع میں مدلل گفتگو نہیں کر سکتا بلکہ بعض سیدھے سادھے طالب علم تو ان عنوانات سے بھی قطعاً ناواقف ہوتے ہیں اور ان کے سامنے یہ عنوانات ذکر کئے جائیں تو وہ ہونق بنے دیکھتے رہتے ہیں۔

قدیم اصول سے جدید مسائل میں اخذ واستنباط کا طریقہ کار:۔

اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں وہ پانچ چھ سو سال پہلے کی لکھی ہوئی ہیں ان میں اس وقت کے حالات ومسائل تو زیر بحث آئے ہیں مگر دور حاضر کے مسائل سے نہ ان میں بحث کی جا سکتی تھی اور نہ ہی کی گئی ہے البتہ ان کے مصنفین نے اپنی کتابوں میں جو اصول وقواعد اور مثالیں ذکر کی ہیں ان کا انطباق کرتے ہوئے نئے نظائر اور صورتوں کا حل بھی تلاش کیا جا سکتا ہے مگر یہ کام استاد کا ہے کہ وہ قدیم امثلہ کے پہلو بہ پہلو جدید مثالیں بھی طالب علم کے سامنے رکھے اور مسلمہ اصول وقواعد کا انطباق اور ان کی وضاحت اس طور پر کرے کہ طالب علم کی نظر میں وسعت پیدا ہو اور وہ ہر قسم کے سوالوں کا سامنا کر سکے۔

جدید مسائل کی طرف توجہ کی ضرورت:۔

لیکن مدرسین کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ وہ محض کتاب کی عبارت کو حل کرنے اور اس کا ترجمہ کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں، کامیاب مدرس اسے سمجھا جاتا ہے جو قرأت خلف الامام، رفع الیدین اور آمین بالجھر اوالسر جیسے اختلافی مسائل پر مدلل اور مفصل بحث کر سکتا ہو بعض مدارس میں ان میں سے ایک ایک مسئلہ پر کئی کئی دن بحث جاری رہتی ہے حالانکہ ائمہ کے درمیان جو مختلف فیہ مسائل ہیں ان میں سے اکثر کے اندر جو اختلاف ہے وہ محض افضل اور غیر افضل کا ہے جبکہ جدید مسائل میں سے بعض حلال وحرام سے تعلق رکھتے ہیں حیرت ہے کہ محض ایک پہلو کی افضلیت کو ثابت کرنے کے لئے تو ہم ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں، راتوں کو مطالعہ کرتے ہیں کئی کئی کتابیں اور شروحات دیکھتے ہیں، حافظے کی بہترین صلاحیتیں استعمال کرتے ہیں اور طلبہ کو ذہن نشین کرانے کیلئے اپنا سارا زور بیان پر صرف کر دیتے ہیں لیکن جدید مسائل جن کا حل معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کسی ایک شخص ہی نہیں بلکہ ہزاروں انسانوں کے حرام میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رہتا ہے ان کے مطالعہ اور بحث وتحقیق کی ہمیں فرصت میسر نہیں آتی۔

کتابوں کے گلشن میں بکھرے ہوئے پھول ایک ہار کی صورت میں:۔

چلے ہوئے رواج کے علاوہ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ مشہور اختلافی مسائل پر ہمیں تیار شدہ مواد مل جاتا ہے جبکہ بعض مسائل جدیدہ کیلئے زیادہ ہی محنت اور جستجو کی ضرورت پیش آتی ہے اور ہم میں سے کئی حضرات یہ محنت کرنا نہیں چاہتے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی صاحب استعداد استاد محنت کرے تو اب ان مسائل پر بھی بہت سا علمی اور تحقیقی مواد بازار میں آچکا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ کتابوں کے گلشن میں بکھرے ہوئے ان پھولوں کو استاد ایک ہار کی صورت میں طلبہ کے سامنے پیش کر سکے۔ یوں تو کسی بھی فقہی کتاب میں ان مسائل کو زیر بحث لایا جا سکتا ہے لیکن مجھ ناچیز کی ناقص رائے یہ ہے کہ اس مقصد کیلئے ہمیں ہدایہ اخیرین پر زیادہ توجہ دینی

چاہئے جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہدایہ کے سال سے قبل اکثر طلبہ میں اتنی صلاحیت نہیں ہوتی کہ وہ زیادہ عمیق مسائل سمجھ سکیں اور اس سے اگلے سال یعنی دورہ حدیث میں کثرت اسباق کی وجہ سے اتنی گنجائش نہیں ہوتی کہ قدیم وجدید ہر قسم کے مسائل زیر بحث آسکیں۔ دوسری وجہ صاحب ہدایہ کا انداز بیان ہے۔

صاحب ہدایہ کا انداز بیان:۔

صاحب ہدایہ کا انداز یہ ہے کہ وہ جزئیات کے درمیان کوئی ایسا کلیہ اور اصول بیان کر دیتے ہیں جس کی روشنی میں متعدد مسائل کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے اور طالب علم کو اپنے گردو پیش پر نظر ڈالنے کی ترغیب دی جا سکتی ہے لیکن ہوتا یہ ہے کہ بسا اوقات ہم ان کلیات کا سرسری ترجمہ کر کے گزر جاتے ہیں اور طالب علم کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ اس نے کوئی کلیہ پڑھا ہے۔ میں اپنی رائے کو مؤثر بنانے اور تجویز کو واضح کرنے کے لئے ہدایہ ثالث کی صرف کتاب البیوع سے چند مثالیں پیش کرنے پر اکتفا کروں گا۔

ہدایہ ثالث صفحہ ۱۸ میں ہے **المعنی ھو المعتبر فی ھذہ العقود** (ان عقود میں معانی اور مقاصد کا اعتبار ہوتا ہے الفاظ کا اعتبار نہیں ہوتا) اس اصولی قاعدہ پر کئی تفریعات اٹھائی جا سکتی ہیں مثلاً

عقود میں اعتبار مقاصد و معانی کو ہے نہ الفاظ و مبانی کو :۔

(1) اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں تمہیں اپنی موت کے بعد وکیل بناتا ہوں تو یہ حقیقت میں وصیت ہوگی اور اگر اپنی زندگی میں کہا کہ میں تجھے فلاں کام کی وصیت کرتا ہوں تو یہ وکالت ہوگی۔

چند نظائر و امثال:۔

(2) اگر کسی نے عوض کی نفی کے ساتھ بیع کا لفظ استعمال کیا تو یہ ھبہ ہوگا اور اگر عوض کی شرط کے ساتھ ھبہ کیا تو یہ بیع ہوگی۔

(3) کفالہ میں اگر اصیل کی برائت کی شرط لگائی تو حوالہ ہوگا اور حوالہ میں اصیل کو بری کر دیا تو یہ کفالہ ہوگا (شرح المجلہ ص ۱۷ ج ۱)

(4) شرح المجلہ میں ہے **فلو قال اعرتک ھذہ الدار کل شھر بکذا ا اعطیتک ایا ھا بکذا او قالت لمن یرید نکاحھا و ھبتک نفسی بکذا او قال المدیون لدائنہ بعتک ھذا الثوب بالالف التی لک علیّ ان ادیتک الالف استر دہ وھکذا فقبل الاخر فالاول اجارۃ والثانی بیع والثالث تزویج والرابع رھن** (شرح المجلہ ۱/۱۶)

ایک شخص نے دوسرے سے یہ کہا کہ

(1) میں نے یہ گھر ہر ماہ اتنے پیسوں کے بدلے تجھے عاریت کے طور پر دے دیا۔

(2) یا میں نے تجھے اتنے میں دے دیا۔

(3) یا مقروض نے اپنے قرض خواہ سے کہا کہ میں نے یہ کپڑا اس ہزار کے بدلے میں تجھے بیچ دیا جو تمہارا میرے ذمہ قرض ہے لیکن اگر میں نے قرض ادا کر دیا تو یہ کپڑا میں تم سے واپس لے لوں گا اور اگر دوسرے شخص نے معاملہ کو قبول کر لیا تو!

1 ...... پہلی صورت میں یہ اجارہ ہوگا۔

2 ...... دوسری صورت میں بیع ہوگا۔

3 ...... تیسری صورت میں نکاح ہوگا۔

4 ...... اور چوتھی صورت میں رہن ہوگا۔

ان چاروں صورتوں میں وہ الفاظ استعمال کئے گئے جو ان عقود کے لئے موضوع نہیں ہیں مگر ان تمام صورتوں میں معانی اور مقاصد کالحاظ رکھا گیا ہے۔

(5) بیع کے اندر ایجاب وقبول ضروری ہے لیکن چونکہ اصل مقصود فریقین کی رضا مندی ہے اور یہ مقصود بیع بالتعاطی سے بھی حاصل ہو جاتا ہے اسلئے اگر بائع اور مشتری نے زبان سے ایجاب وقبول کے الفاظ کئے بغیر مبیع اور ثمن کا تبادلہ کرلیا تو بیع ہو جائے گی

(6) بیع بالتعاطی ہی کے ضمن میں اگر آج کی مارکیٹ میں اس کی جو صورتیں مروج ہیں وہ بھی ذکر کر دی جائیں تو طالب علم پیش آمدہ صورتوں کا حال پورے اعتماد سے بنا سکے گا۔

(7) وہ تمام صورتیں جن میں اگر چہ بیع اور قرض کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں مگر ان میں الفضل الخالی عن العوض کا معنی پایا جاتا ہو وہ ربوا ہی شمار ہوں گے یہ تمام مسائل اسی اصول پر متفرع ہیں کہ ان عقود میں اصل اعتبار معانی کا ہے الفاظ کا نہیں۔

(ھدایہ ثالث ص۲۵ ج۳) میں ہے **ومن باع داراً دخل بناؤھا فی البیع وان لم یسمه لان اسم الدار یتناول العرصة والبناء فی العرف ولا نه متصل به اتصال قرار فیکون تبعاله**

صاحب ہدایہ نے اس عبارت میں دو قواعد کی طرف اشارہ کیا ہے۔

پہلا قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جسے عرف میں بیع کا حصہ سمجھا جاتا ہو وہ ذکر کئے بغیر بیع میں داخل ہو جاتی ہے۔

دوسرا یہ کہ جس چیز کا بیع کے ساتھ اتصال ہمیشہ کیلئے ہو تو وہ بھی بیع میں خود بخود داخل ہوتی ہے۔

شرح المجلہ میں ان قواعد کے ساتھ ایک تیسرا قاعدہ بھی مذکورہ ہے عبارت ملاحظہ فرمائیں **مسائل ھذا الفصل مبنية علی ثلاث قواعد الاولی ان کل ماھو متناول اسم المبیع عرفا یدخل فی البیع وان لم یذکر صریحا والثانیة ان کل ما کان متصلا بالمبیع اتصال قرار کان تابعا داخلا فی المبیع و الثالثة ان مالا یکون من القسمین ان کان من حقوق المبیع و مرافقه یدخل فی المبیع بذکرھا والافلا** (مجلّہ ص۱۳۸ ج۲ بحوالہ طحاوی عن الدر)

اساتذہ کے لئے ایک ضروری ہدایت:-

استاد کو چاہئے کہ وہ عبارت کو حل کرتے ہوئے ان قواعد کی وضاحت کرے اور ان سے جو مختلف مسائل اخذ ہو سکتے ہیں انہیں بھی بیان کرے مثلاً

(1) اگر کسی شخص نے مکان فروخت کیا مگر مکان کے علاوہ کسی دوسری چیز کو صراحتہً ذکر نہیں کیا تو اس کی عمارت دروازے کھڑکیاں، غسل خانہ، مطبخ، بیت الخلا، گیراج، ٹینکی اور مکان سے ملحق پارک وغیرہ خود بخود اس میں داخل ہو جائیں گے کیونکہ اس میں فیصلہ کن حیثیت عرف کو حاصل ہوتی ہے اور ہمارے ہاں عرف یہی ہے کہ اگر کسی مکان یا بنگلے کا سودا ہوتا ہے تو مذکورہ چیزیں اس سودے میں شامل سمجھی جاتی ہیں یہاں تک کہ ان کے ذکر کی بھی ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔

(2) اگر کسی نے زمین فروخت کی تو اس پر لگے ہوئے درخت خود بخود اس میں شامل ہوں گے کیونکہ زمین کے ساتھ درختوں کا اتصال، اتصال قرار ہوتا ہے البتہ درختوں کا پھل صراحتہً ذکر کئے بغیر اس بیع میں داخل نہیں ہوگا کیونکہ پھلوں کا اتصال، قرار کے لئے نہیں ہوتا، اسی طرح وہ چھوٹے چھوٹے درخت اور پودے جو آسانی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو سکتے ہیں وہ بھی صراحتہً ذکر کئے بغیر بیع میں داخل نہیں ہوں گے۔

(3) کار یا موٹر سائیکل کی خریداری پر بتیاں، سیٹیں اور شیشے وغیرہ خود بخود داخل ہونگے اسلئے کہ ان کا اتصال قرار کیلئے ہوتا ہے اور عرف بھی یہی ہے یہاں طالب علم کو یہ بھی بتا دیا جائے کہ جو چیزیں تبعاً بیع میں داخل ہو جاتی ہیں ان کے مقابلہ میں ثمن کا کوئی حصہ نہیں ہوتا لہٰذا اگر زمین پر مشتری کے قبضہ سے پہلے کسی چور نے کوئی درخت کاٹ لیا یا گاڑی کا شیشہ اڑا لیا تو اس کی وجہ سے طے شدہ ثمن کم نہیں ہوگا۔

(4) اگر کسی سے دودھ پینے کے لئے گائے خریدی جائے تو اس کا بچہ بیع میں داخل ہو جاتا ہے کیونکہ عرف یہی ہے لیکن اگر ہل چلانے یا بار برداری کے لئے گائے خریدی تو بچے داخل نہیں ہونگے البتہ اگر بائع اس بچہ کو گائے کے ساتھ بیع کی جگہ پر لے آیا تو دلالت حال کی وجہ سے ہر صورت میں بچہ بیع میں داخل ہوگا۔ (مجلہ ص ۱۴۱ ج ۲)

عصر حاضر کے اہم اور جدید مسائل پر فقہی بحث اور تحقیق
کیلئے منعقدہ سیمینار کی رپورٹ
روئیداد اسلام آباد فقہی سیمینار
بعنوان: اسلام کا مالیاتی نظام
زیر نگرانی: مولانا سید نصیب علی شاہ الہاشمی (ایم این اے)
نوٹ: چھ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر روئیداد مفت حاصل کریں
پتہ: جامعۃ المرکز الاسلامی بنوں پاکستان
ڈیرہ روڈ پوسٹ بکس نمبر 33 فون:(0928)310353 فیکس:310355
ای میل: almarkazulislami@maktoob.com